

صہیونی تو سیمی عزائم اور مغربی طاقتوں کا کردار (ایک تجزیاتی مطالعہ)

ابوالحسن احمد

ڈاکٹر محمد امین*

ABSTRACT

It is a critical study of Western Civilization's interest in the Pax Judaica using the Biblical Eschatology. The Protestant Europe had keen interest in the Holy Land during the crusade wars. In the colonial period Palestine was handed over to the Zionists. Now Israel is a well-established regional power due to the continuous support of USA. The Zionist determinations of expansions lead Israel to become a ruling state of the world having the capital of Jerusalem. Comparing it to the teachings of Islam it will be the New World Order of the False Messiah at the end of times.

Keywords: صہیونی، واشنگٹن، اسرائیل، مغربی تہذیب، صلیبی، برطانوی، اٹوٹ انگ

ارض مقدس میں صہیونی غاصبانہ قبضے کے بعد سے مشرق وسطیٰ امن کا گوارہ نہیں بن پایا۔ نام نہاد اسرائیلی ریاست انبیائے کرام علیہم السلام کی سرزمین کو اپنے ظلم و ستم سے مسلسل روند رہی ہے جس کے تو سیمی عزائم تھمنے کا نام نہیں لے رہے۔ یروشلم میں پہلے سے خدائے وحدہ لا شریک کی عبادت کی

* پی ایچ۔ ڈی سکالر، دی یونیورسٹی آف لاہور
** پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور

جا رہی ہے تو وہاں موجود خدائے ابراہیم علیہ السلام کے معبد کی جگہ نیا معبد بنانے کی کیا ضرورت ہے درآں حالیکہ لادین و روشن خیال عالمگیریت نے دنیا کو مہذب بنا دیا ہے جس میں عقیدے کی لڑائی کو اساطیر الاولین کہہ کر انتہاء پسندی اور دہشت گردی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اسرائیلی محکمہ آثار قدیمہ مسجد اقصیٰ کو شہید کرنے کے لیے اصحاب السبت کی طرح سرنگیں کھود کر جو حیلہ سازی کر رہا ہے اس کے پیچھے بین الملل سیاسی عزائم ہیں کیونکہ اقصیٰ اور بابرہی مساجد گرائے بغیر گریٹر اسرائیل اور مہابھارت بنانا ممکن نہیں۔ امت مسلمہ کے خلاف مؤحد یہود اور مشرک ہنود کا گٹھ جوڑ عجیب نہیں۔ قرآن کریم کی تشبیہ کے مطابق نبی اکرم ﷺ سے بغض نے انہیں یکجا کر دیا ہے۔ مسلمانوں میں مغرب سے مرعوب طبقہ سب کچھ فراموش کر کے ایک حقیقت کے طور پر اسرائیل کو تسلیم کیے جانے حق میں بیثاق مدینہ جیسے دلائل مسلسل دے رہا ہے۔ ایسا کرتے ہوئے وہ غزوہ خندق و خیبر کے اسباب کو فراموش کر دیتا ہے۔

دوستی دشمنی رکھتے ہوئے بھی اقوام عالم باہم سفارتی تعلقات قائم کیے ہوئے ہیں۔ لیکن مسئلہ فلسطین، بوسنیا، میانمار، مشرقی تیمور یا کشمیر سے منفرد مسئلہ ہے کیونکہ یہاں صرف مسلمانوں کا عرصہ حیات تنگ کرنا یا انہیں محکوم بنانا مقصود نہ تھا بلکہ دنیا بھر سے یہودیوں کو یہاں آباد کرنے کے لیے فلسطین کو صدیوں سے بے آباد قرار دیا گیا۔

مغربی تہذیب اور صہیونی تحریک کی ہم آہنگی

مسیحیوں کی مسلمانوں سے محبت اور نرم دلی میں مغربی تہذیب رکاوٹ ہے جس نے نصاریٰ کے ایک بڑے طبقے سے مسیحیت چھین لی ہے جس کے ملی اتباع کے بغیر مسلمان اس کی خوشنودی نہیں پاسکتے۔ قیام اسرائیل کی ضرورت اس لیے بھی محسوس کی گئی کہ مغرب میں یہود سے بدتر معاشرتی سلوک ہوتا رہا ہے۔ انہیں مسیح کے قاتل کے طور پر یورپ کے دور ظلمت اور دور تنویر میں غیٹو (Ghettos) میں محصور کیا گیا اور نازیوں کی طرح کئی متعصب گروہوں کے ہاتھوں ان کی گیس چیمبر میں یا دیگر طریقوں سے نسل کشی کی گئی۔ ظلم قلیل ہو یا کثیر، اس کے بدلے میں کسی بے بس قوم کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنانے کی کسی کو اجازت نہیں دی جاسکتی۔

لیگ آف نیشنز کے برطانوی انتداب سے فائدہ اٹھا کر یہود عازم ارض مقدس ہوئے تو اپنی اس ہجرت کو ایلیاہ کا نام دیا۔ اسرائیلی آباد کاری نے فلسطینیوں سے ان کی آبائی زمین ہتھیالی اور اب وہ اسرائیل میں اقلیت بن کے رہ رہے ہیں۔ عرب ممالک میں ان کی حیثیت دوسرے درجے کے شہری کی ہے۔ اسی لیے ایک دنیا میں بکھری قوم

کی اپنے آباء و اجداد کی سر زمین کو واپسی نے دوسری قوم کو دنیا کے طول و عرض میں بکھیر دیا ہے۔ یہودی بستیوں کی مسلسل تعمیر سے آبادی کا توازن خراب ہونا شروع ہوا۔ اسرائیل میں ابتدائی حکمران لیبر پارٹی کی روسی نژاد معاشرت نے بکثرت اشتراکی بستیوں (Kibbutz) کا روپ دھار لیا تھا۔ پھر لیکوڈ پارٹی کی سوچ پر وان چڑھی تو غیر یہود (Goyim) سے نفرت نے (Mazarak) بستیاں تشکیل دیں۔ جب اسرائیل کی ابتدائی سرحدیں بنائی گئیں تو طے پایا کہ فلسطینی آبادیوں کی بجائے سڑک پر اسرائیلی قانون کا اطلاق ہو گا۔ 1967ء میں مقبوضہ آبادیوں کے محاصرے کی غرض سے شاہراہوں کا جال بچھا دیا گیا۔ دلیر صہیونی رضا کاروں نے مقبوضہ علاقوں کی سڑکوں اور انٹر چینج پر (Gush Etzion) جیسے آبادی کے بلاک بنائے جو اب اسرائیلی تزویراتی قلعے ہیں۔

مشرقی یہود (Sephardic) صدیوں سے مسلم معاشروں میں رواداری سے رہ رہے تھے۔ صہیونی مظالم کے نتیجے میں ان کے لیے اب عرب ممالک میں خوشگوار سماجی تعلقات کی ضمانت نہ تھی۔ جدید حکومتوں میں معاشی اثر اندازی اور اسرائیل کے مخدوش حالات میں موت کے ڈر سے بیرون اسرائیل مقیم یہودی (Diaspora) چاہتے ہوئے بھی اپنی خواہوں کی سر زمین کا رخ نہیں کر رہے۔ مغربی تہذیب کی ایک چشم ریشہ دو انیاں علمائے اسلام کی بصیرت پر مہر تصدیق ثبت کر دیتی ہیں جیسے مولانا سید بدر عالم بتاتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں یہودی مملکت کے قیام اور ان کی متفرق طاقتوں کے ایک مرکز پر جمع ہونے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور مقدر ہے اور اگر اسے دجالی فتنے کا مقدمہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا¹۔ اسی طرح ولندیزی نژاد دانشور Hajo Gamier یہودی صفوں میں صہیونیت مخالف منفرد آواز ہے جس کے مطابق انسانیت کے ناطے اخلاقی فرض ہے کہ ظالم نہ بنا جائے۔ تلخ ذاتی تجربے میں ہولو کاسٹ کی کسک، فلسطینیوں کی اپنی سر زمین پر حالت دیکھ کر، انہیں چپ نہیں بیٹھنے دیتی۔ وہ اسرائیلی اور جرمن نازیوں کی پالیسیوں پر تنقیدی و تقابلی نظر ڈالتے ہیں۔ نیز عصری اسرائیلی معاشرے کی وجہ سے وہ یہودیت کے اختتام کا رونا روتے ہیں⁽²⁾۔

¹ - مہاجر مدنی، سید بدر عالم، دجالی فتنہ کی تفصیلات حدیث کی روشنی میں، اسلامی کتب خانہ، لاہور، سن، ص 226

² Meyer, Hajo G. The End of Judaism, Create Space Independent Publishing

نشاۃ ثانیہ کے متلاشی ایٹکنازی یہود⁽¹⁾ نے عالمی طاقت بننے کا سپنا دیکھا تھا جن کے رہنما تھیوڈور ہرزل نے صہیونی عزائم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے خود کو وقف کر دیا تھا۔ حالات و واقعات بتاتے ہیں کہ عالمی جنگوں کی فاتح صہیونی تحریک ہے جس نے فریق جنگ بنے بغیر مال غنیمت سمیٹا ہے۔ اپنے خواہوں کی عملی صورت گری کے لیے صہیونی دانا بزرگوں نے سر جوڑ لیے جن سے منسوب پروٹوکول نامی دستاویز ان کے منصوبے آشکار کرتی ہے جسے اپنانے سے انکار کے باوجود نتائج بتاتے ہیں کہ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے:

”ممکن ہے کچھ عرصے تک دنیا کی غیر یہودی اقوام کا اتحاد ہمارے خلاف کامیاب رہے لیکن ہمیں اس خطرے سے ان کے وہ باہمی اختلافات محفوظ رکھ سکتے ہیں جو اس قدر گہری جڑیں رکھتے ہیں کہ جنہیں پاٹنا ممکن نہیں۔ ہم نے غیر یہودی شخصیتوں اور اقوام کو آپس میں لڑا دیا ہے اور ان میں نسلی و مذہبی منافرت انتہا کو پہنچا دی ہے، جس کی ہم گذشتہ بیس صدیوں سے آبیاری کرتے رہے ہیں۔“⁽²⁾

مغربی تہذیب کی صہیونی پشتیبانی اب سمجھ میں آتی ہے۔ وہ اپنے غروب آفتاب کو اختتام تاریخ کا نام دیتی ہے اور یروشلم پر یہود کا قبضہ کرا کے وہ مستقبل کے سہانے سپنے جاگتی آنکھوں دیکھنا چاہتی ہے گویا کہ وہ یہود کو یاد ماضی کرانا اپنے لیے نوید سحر سمجھتی ہے۔ اشاعت اسلام کی راہ رو کنا عصر حاضر میں مغربی تہذیب کا ایک اہم ہدف

Platform, USA, 2013, p:217

¹ ایٹکنازی یہود، سامی نژاد بنو اسرائیل کی بجائے مغربی یورپ کے باشندوں کی طرح بنویافت ہیں۔ بائبل کی نسبت نامے کے مطابق ماجوج بن یافث اور ایٹکنازی بن جمر بن یافث چچا بھتیجا ہیں (پیدائش: 10: 2 تا 5، نیز 1- توارخ، 1: 5-7)۔ بائبل کی اسیری کے دور میں حضرت حزقی ایل نے بحکم الہی ماجوج نژاد فرمانروا جوج کو تنبیہ فرمائی تھی جس کے لشکر میں بنو جمر شامل تھے (حزقی ایل: 38: 6)۔ اسی لیے ایٹکنازی یہود کے پہلے ایلیاہ نے جب بحیرہ طبریہ عبور کیا تو علامہ اقبال نے سورۃ الانبیاء کی آیات نمبر 95، 96 کو ملا کر تو سیمی تفسیر کرنے کی تاکید کی تھی (بانگ درا، ص 23)۔ مسلسل پانی لے کر اسرائیل کا آبی وسائل کا محکمہ بحیرہ طبریہ کو خشک کرنا چلا جا رہا ہے۔ احادیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ یاجوج ماجوج کا لشکر دجال کے قتل کے بعد حملہ آور ہو گا لیکن اس کا ہر اول دستہ بحیرہ طبریہ کو خشک کر دے گا اور دجال کے خروج سے پہلے کی ایک علامت طبریہ کا خشک ہو جانا ہے یوں مذکورہ دستہ خروج دجال سے قبل ہے۔ واللہ اعلم! علامہ اقبال کا شعر ہے:

کھل گئے ہیں یاجوج ماجوج کے لشکر تمام چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون

² مارسڈن، وکٹری، پروٹوکول، ترجمہ ابن حسن، مسلم ورلڈ ڈیٹا پراسیسنگ پاکستان، 2002ء، ص 50

ہے۔ جس کے لیے وہ کچھ بھی کرنے کو تیار ہے۔ اس کے ایک ترجمان کے بقول امیگریشن اور آبادی میں اضافے کی زیادہ شرح کی وجہ سے یورپ تیزی سے مسلم وجود میں بدل رہا ہے۔ چند عشروں میں پانچ کروڑ مسلمان براعظم یورپ کو مسیحی سے مسلم میں بدل دیں گے جن کا انسانی حقوق کاریکارڈ اہتر ہے اور شرعی قوانین کے چہرے والا یورپ یہودیوں اور مسیحیوں کے لیے مہمان نواز نہ ہو گا۔ معمر قذافی کی پیشینگوئی کہ بغیر تلوار یا بندوق سے فتح کے، اللہ اپنی نشانیوں سے اسلام کو یورپ میں کامیابی دے رہا ہے لہذا ہمیں دہشت گرد اور خونریز بمبار نہیں چاہئیں، سچ ثابت ہو رہی ہے⁽¹⁾۔

نوآبادیاتی دور میں صلیبی فکر کا تسلسل

یورپ کی علمی ترقی اور اس کی تہذیب کے ارتقاء میں مسلمان اور یہودی مفکرین نے اہم کردار ادا کیا ہے لیکن ترقی یافتہ مغربی تہذیب کی سوچ صلیبی امنگوں سے آراستہ ہے جس کے برپا کردہ نوآبادیاتی دور کی بڑی طاقت برطانیہ نے اپنے مفادات کی خاطر اعلان بالفور کی مفاد پرستانہ پالیسی سے یہود مسلم تعلقات پر اثر اندازی کی طرح ڈالی۔ مغرب کی سر بلندی کا عزم لیے شارلیمان² کے جانشینوں نے جب صلیبی جنگوں کا سلسلہ شروع کیا تو مسیح علیہ السلام کے قاتل نظر انداز نہ کیے گئے۔ صلیبیوں کے یروشلم پہنچنے اور قبضے کے دوران یہود و مسلم کا قتل عام کیا گیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کی فتح القدس اور پھر رچرڈ شیردل سے 1192ء میں صلح سے امن کی امید ابھری لیکن 1492ء میں سقوط غرناطہ ہوا تو جلاوطنی نہ کرنے والے یہودیوں اور مسلمانوں کو تبدیلی دین کے باوجود بالترتیب Marranos اور Moriscos کے امتیازی القابات سن سن کے مسیحی سپین میں رہنا پڑا۔

عالمی طاقتوں کی حکمت عملی میں عدل کی بجائے مفاد کی اہمیت ہے۔ General Edmund Allenby نے 1917ء میں عثمانی ترکوں کے سرخ ہلالی پرچم کو سرنگوں کرتے ہوئے عربوں کی تالیوں کی گونج

¹ - Will Israel Survive the End Times? Associated Bible Students, Oakland, 2012, p:6

² - شارلیمان (Charlemagne) یا چارلس اول مغرب کے دور ظلمت کا پہلا شہنشاہ ہے جس نے مغربی یورپ کو متحد کر کے پہلی بار عملی طور پر یورپی یونین بنائی اور خلیفہ ہارون الرشید سے سفارتی تعلقات قائم کیے۔ قسطنطنیہ کی بازنطینی ایمپائر، مشرقی آرٹھوڈوکس کی سیاسی طاقت تھی جس نے ارض مقدس کی بازیابی کے لیے وہ تہذیبی نہ دکھائی جو کیتھولک مغربی یورپ کے حصے میں آئی جن میں سے پروٹسٹنٹ جلوہ گر ہوئے۔ مؤخر الذکر دونوں مسیحی مذاہب کی پکار کردہ تہذیب مغربی تہذیب کہلاتی ہے جب کہ اشتراکیت سے تائب روس مشرقی آرٹھوڈوکس کی تہذیب کی مرکزی ریاست ہے۔

میں نیلگوں صلیبی برطانوی پرچم لہرایا تو اس نے آخری صلیبی جنگ کا نعرہ لگایا تھا جو سچ ثابت ہوا کیونکہ فلسطینی ایک صدی سے صلیبی کی بجائے داؤدی ستارے کے علمبرداروں سے برسریچا رہیں۔ ایک قطبی نظام میں نائن الیون کے واقعے نے امریکی صدر جارج بش کے منہ سے بھی صلیبی جنگ کی نئی کڑی کی بات منہ سے نکلا دی تھی۔ اسماعیل راجی الفاروقی بجا کہتے ہیں کہ مسلم دنیا جدید نوآبادیاتی نظام اور صلیبی جنگوں کے مسائل کا سنگم بن گئی ہے۔ بلاشبہ اسرائیل ان دونوں میں سے نہیں لیکن وہ ان دونوں سے بڑھ کے ہے۔⁽¹⁾ برطانوی انتداب کے خاتمے پر زمینی حقائق اتنے بدل چکے تھے کہ 1948ء میں ڈیوڈ بن گوریان نے امریکی ایماء پر قیام اسرائیل کا اعلان کر دیا۔

خلافت کے خاتمے میں مغربی و صہیونی فوائد

نوآبادیاتی دور میں آزادی کے وقت کی قائم کردہ سرحدیں اب امریکہ کو پسند نہیں آرہیں جن میں درستی کے لیے مضبوط حکومتیں گرا کر عرب بہار کی انقلابی تحریکیں یا سنی داعش اور شیعہ حوثی جیسی عسکریت پسند تنظیمیں ابھاری گئیں اور پھر ان کی سرکوبی کے لیے اسرائیل کے گرد و پیش کو بلے کے ڈھیر میں بدلنے کی پالیسی وضع کی گئی۔ جنگ عظیم اول میں شکست کے باوجود خلافت عثمانیہ قیام اسرائیل میں مزاحم تھی اور مارچ 1924ء میں سقوط خلافت سے مسلمانوں کی مرکزیت کا خاتمہ ہو گیا۔ اتحادیوں کے لیے تب کھلی چھوٹ تھی۔

امریکی دھڑلے سے سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے کرنے کو اپنی کامیابی گردانتے ہیں۔ امریکی صہیونی مصنف احسان جنلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ عربوں کو واقعی عرب ریاستوں کی آزادی میں امریکی کردار کا ممنون ہونا چاہیے۔ تمام اقوام کے تشخص کے لیے صدر ولسن کے اقدامات اور امریکہ کی پہلی جنگ عظیم میں شمولیت عثمانی سلطنت کے انہدام کی وجہ بنی جس نے عرب دنیا کی آزادی کی تحریک ابھارنے میں مدد دی۔⁽²⁾ امریکہ نے تہیہ کر رکھا ہے کہ اکیسویں صدی صرف اس کے نام کی شمار کی جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اس کے تھنک ٹینک اسلامی ممالک کی سرحدوں کو خون آلود بتاتے ہیں اور اپنے قومی مفاد کے تحفظ کے لیے اسرائیل کو خطے کی بڑی طاقت دیکھنا چاہتے ہیں۔

اسرائیل کے پیدا کردہ حقیقی انسانی مسئلے کو اہمیت نہیں دی جاتی کیونکہ اس کے ظلم کا شکار مسلمان ہیں جن کا قصور یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو رب مانتے ہیں۔ کرنل پیٹر کا مسلم دنیا کے لسانی یا فرقہ وارانہ حصے بخرے کرنے کی تجویز میں یہود مسلم تعلقات میں بہتری کے امکانات سے غفلت کا استدلال یوں ہے کہ امریکی قارئین کے لیے اسرائیل اور اس کے ہمسایوں میں پر امن بقائے باہمی کی امید حساس ترین مسئلہ ہے۔ جس سے ابتداء کرتے

¹ - Al-Faruqi, Dr. Isma'il Raji, Islam and the Problem of Israel, ICE, London, 1980, p25

² - Bard, Mitchel G, Myths & Facts, American Israeli Cooperative Enterprise USA, P:229

ہوئے ماقبل 1967ء کی سرحدوں پر واپسی واحد حل ہے۔ اسے ایک طرف رکھ کے وہ معاملات سلجھاتے ہیں جنہیں مطالعہ میں نظر انداز کیا گیا ہے۔⁽¹⁾

صہیونی ریاست کے استحکام میں امریکہ کا قومی مفاد

سرد جنگ کے خاتمے اور خاص طور پر نائن الیون کے بعد برطانیہ اور فرانس کی عسکری مشاورت سے امریکہ دنیا کے فیصلے کر رہا ہے۔ جہاں فعال یہودی لابی امریکی خارجہ پالیسی پر کنٹرول رکھے ہوئے ہے۔ ان مفاد پرستانہ پالیسیوں کو رائے عامہ میں قبولیت دینے کے لیے قومی مفاد کا بہانہ حکومت کے ہاتھ میں ہے۔ ڈینیئل ایمین (Daniel Byman) اور سارا مولر (Sara Moller) پٹرول کی آزادانہ فراہمی، نیوکلیائی عدم پھیلاؤ، دہشت گردی سے نبرد آزمائی، اسرائیلی تحفظ و بقاء اور جمہوریت کی ترقی کو مشرق وسطیٰ میں امریکی مفادات بتاتے ہیں۔ ایران، داعش اور القاعدہ فی الوقت مذکورہ مفادات کے لیے حقیقی خطرہ ہیں۔⁽²⁾

یہودی لابی واشنگٹن کو اپنا ہمنوا بنا چکی ہے جہاں دلائل دیے جاتے ہیں کہ تین ہزار سال سے یروشلم یہودیوں کی خواہشات کا مرکز رہا ہے تاریخ، ثقافت، مذہب اور لوگوں کے یقین میں کسی اور شہر نے ایسا جاندار کردار ادا نہیں کیا جو یہودیت کی حیات میں یروشلم نے کیا ہے۔ جلاوطنی کی تمام تر صدیوں میں یہودی جہاں کہیں بھی تھے یہ ان کی تاریخ کا مرکزی نقطہ، عظمت، اخلاقی بجا آوری اور تجدید کی علامت بن کے ان کے دلوں میں زند رہا۔ ان کے قلب و روح نے یہ صورت گری کی ہے کہ اگر آپ ایک سادہ لفظ کو یہودی تاریخ کی علامت بنانا چاہیں تو وہ یروشلم ہو گا۔⁽³⁾

امریکہ میں بیٹھے بزرگ جہروں کے دل اسرائیلی مفادات کے لیے تڑپتے رہتے ہیں کیونکہ یہودی لابی انہیں جھانسہ دینے میں کامیاب ہو چکی ہے کہ بھارتی کشمیر کی طرح گولان کی مقبوضہ پہاڑیاں اسرائیل کا اٹوٹ انگ ہیں بصورت دیگر اسے شام کے زیر کنٹرول جیلے جانے والے علاقے سے بحیرہ طبریہ میں بہنے والے یانی کے معیار و مقدار میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آبی امور کے ماہرین کے مطابق کسی اسرائیلی حکومت کی طرف سے یرموک سے آب رسانی یا متبادل ذرائع آب کی ضمانت کے بغیر گولان کے علاقے واگزار کرنا قوم کو قبر کے خدشے میں ڈالنا ہے۔ اسرائیل کے ساحل، پہاڑی علاقے

¹-Peters, Ralph, Bloody Borders, Armed Forces Journal, Michael Reinstein Springfield, June 1, 2006, p2

²-Byman, Daniel & Moller, Sara Bjreg, The United States and the Middle East: Interests, Risks and costs, Tobin project, 2016, p1

³-Kollek, Teddy, Jerusalem, Washington Institute for Near East Policy, Washington DC, 1990, p19

اور بحیرہ طبریہ تاریخی طور پر اس کے بڑے آبی ذرائع ہیں جن سے اسے اپنی ضرورت سے زیادہ پانی ملتا ہے۔ فلسطینی بستیاں اردن کے مغربی کنارے کی بجائے زیادہ تر اندرون اسرائیل سے پانی لیتی ہیں۔⁽¹⁾

غیر مغربی طاقتوں کی خطے میں دلچسپی پر صہیونی واویلا

قیام اسرائیل کے بعد امریکہ اور سوویت یونین نے فی الفور اسے تسلیم کر لیا جس سے اکثر مسلم ممالک سفارتی تعلقات تک رکھنے کے ہنوز روادار نہیں۔ برنارڈ لیوس استشرافی اور امریکی وکیل صفائی کا حق یوں ادا کرتے ہیں:

”مشرق وسطیٰ میں سوویت اثر و نفوذ کی توسیع اور اس کے ولولہ انگیز جواب نے امریکہ کو اسرائیل کی طرف زیادہ دوستانہ انداز میں دیکھنے کی حوصلہ افزائی دی، جس کو اب ایک بڑی حد تک دشمن خطے میں ایک قابل اعتماد اتحادی تصور کیا جانے لگا تھا۔ آج اس حقیقت کو اکثر فراموش کر دیا جاتا ہے کہ امریکہ اور اسرائیل کے درمیان سٹریٹیجک تعلق سوویت دخل اندازی کا سبب نہیں بلکہ نتیجہ تھا۔“⁽²⁾

امریکہ کی غیر معمولی خود اعتمادی نے روس اور چین کو متنبہ کر دیا ہے جن کے مفادات امریکہ اور اس کے اتحادیوں سے ٹکراتے ہیں اس لیے فریقین کی پالیسیاں ایک دوسرے کے رد عمل میں سامنے آتی ہیں۔ عراق اور لیبیا کے عدم استحکام اور طوائف الملوکی کے بعد روس شام کی حکومت بچانے کے لیے بالآخر آگے آیا ہے۔ یہود مسلم تعلقات میں روسی دلچسپی کو اسرائیلی عجیب نظروں سے دیکھتے ہوئے سمجھتے ہیں کہ ماسکوا اپنے قومی سلامتی کے مفادات علاقائی فنکاروں سے مل کر بخوبی پورے کر رہا ہے جس سے روسی قوت اور اثرات خطے میں بتدریج بڑھ رہے ہیں جو مغرب کے مقاصد کی سہولت یا تخریب کی بجائے مساویانہ درجے پر آگئے ہیں۔⁽³⁾

مشرق وسطیٰ سے توانائی کے حصول اور بین البراعظم شاہراہ ریشم کی خاطر چین علاقے کو پر امن دیکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے سفارتی ذریعے سے اس نے یہود مسلم تعلقات میں بہتری کے لیے چار نکاتی حل پیش کیا ہے جس میں سب سے اہم بات 1967ء کی سرحدوں کے مطابق دوریاستی حل ہے جس میں مشرقی بیت المقدس فلسطینی

¹-Bard, Mitchell G. Arab-Israeli Conflict, American-Israeli Cooperative Enterprise, USA, p269

²-لیوس، برنارڈ، اسلام کا بحران، ترجمہ محمد احسن بٹ، لاہور، نگارشات پبلشرز، 2003ء، ص 80

³-Friedman, Brandon, Russian involvement in Syria Geopolitics of the Middle East, Tel Aviv University, Moshe Dayan Center for Middle Eastern and African Studies, 2018, p1

ریاست کا دارالحکومت ہو۔⁽¹⁾ ایسا کوئی بھی حل صہیونیوں کے عزائم میں رکاوٹ ڈال سکتا ہے اس لیے بیبنگ تل ایب مذاکرات کے جتنے بھی دور ہو جائیں اسرائیل امریکی پشت پیچھے چھپ کر انہیں ناکام بنا دے گا۔ صہیونی عزائم کی مخالفت کو سامیت دشمنی سے منسلک کرنا

یہودی دینداری سے مسلمانوں کو دشمنی نہیں ہے۔ مغرب نے فساد کی جڑ کو اپنے ہاں سے اکیڑ کے فلسطین کے باغ میں لگا دیا ہے جس سے دونوں ادیان کے نام لیوا میدان جنگ میں صف بندی پر اتر آئے ہیں۔ ایسے میں بھی معتدل اور متشدد یہودی نقطہ ہائے نظر کی درجہ بندی کی جانی چاہیے۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے مستقل ارکان کو حاصل ویٹو کے حق سے بعض اوقات انصاف پر مبنی اقوام متحدہ کی قراردادیں سردخانے میں پڑی رہ جاتی ہیں، جیسے اعلان بالفور کی صد سالہ یہودی خوشیوں کو دوچند کرنے کے لیے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے یروشلم کو اسرائیلی دارالحکومت تسلیم کر کے اپنا سفارت خانہ وہاں منتقل کرنے کی سرکاری پالیسی کا اعلان کیا ہے جس سے عالم اسلام میں آمدہ حالات کی سنگین احساس بڑھ رہا ہے۔ نوم چومسکی جینیوا کنونشن کے اعلامیے کے بارے میں امریکی رویے کے بارے میں لکھتے ہیں:

”عالمی اعلامیے کی مشہور شق (2) 13 ہے کہ۔ ”ہر شخص کو کوئی بھی ملک چھوڑنے کا اختیار ہے، بشمول اس کے اپنے ملک کے۔“ ہر سال دس دسمبر کو حقوق انسانی کے دن سوویت یونین کی مخلصانہ مذمت کی جاتی ہے کہ وہ یہودیوں کو ملک چھوڑنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اگلے نظر انداز کردہ جملے ”اور اسے اپنے ملک واپس آنے کا بھی حق ہوگا“ کی اہمیت 11 دسمبر 1948ء کو یعنی عالمی اعلامیے کی منظوری کے اگلے ہی روز اجاگر ہوئی جب جنرل اسمبلی نے متفقہ طور پر قرارداد 194 منظور کی جس کے تحت فلسطینیوں کے اپنے گھروں کو واپسی، اور اگر وہ نہ آنا چاہیں تو، زر تلافی کی وصولی کے حق کی توثیق کی گئی۔“⁽²⁾

بنی حام و یافث کی بنی سام سے رقابت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں جاری رہ کے سامیت دشمنی کی اصطلاح بن گئی۔ یہود نے یہ ہائی جیک کر کے اپنے ساتھ مخصوص کرائی اور اسے اپنی نشاۃ ثانیہ کے صہیونی عزائم تک توسیع دے دی اور اب دیدہ دلیری سے اسے دیگر سامی ادیان کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا

¹-Keinon, Herb, The Jerusalem post, Aug 2, 2017

²-چومسکی، نوم، دہشت گردی کی ثقافت، ترجمہ سید کاشف رضا، کراچی، شہزاد، 2003ء، ص: 169

ہے۔ برطانیہ میں سامیت دشمنی اور صہیونیت دشمنی کی اصطلاحات کے باہمی ربط اور یکسانیت پر سوال اٹھ رہے ہیں اور باور کر لیا گیا ہے کہ سامیت دشمنی یہودی عوام سے متعلق مائل تعصب جارحیت ہے۔ صہیونیت مشرق وسطیٰ میں یہودی ریاست بنانے کی تحریک ہے جو تاریخی اسرائیل سے مشابہت کا اندازے سے حوالہ دیتی ہے اور جدید اسرائیلی ریاست کی مدد کرتی ہے۔ صہیونیت مخالف اسے سامیت دشمنی کہنے سے اختلاف کرتے ہیں۔⁽¹⁾ امریکی دانشور نوم چومسکی کی طرح کئی یہودی صہیونی عزائم سے وابستگی نہیں رکھتے۔ ایشکنازی یہود میں نیٹوری کارٹا جیسی صہیونیت مخالف عالمی تنظیم موجود ہے۔ دنیا کا منہ زور سماجی اور سیاسی مسئلہ فلسطینی تنازعہ ہے جس کے بارے میں صہیونیت مخالف یہودی حاخام آمنون اسحاق غیر مقلدانہ مذہبی رائے رکھتے ہوئے یہود کو روادار رویے کی تلقین کرتے ہیں۔ یہ تمام صد ا بصرہ اثابت ہو رہی ہے کیونکہ اب یہودی حکومت ایریل شیرون سے ہوتی ہوئی بنیامین نیتن یاہو جیسے انتہا پسندوں کے ہاتھوں میں ہے جو اسرائیلی خلافت ارضی کے ابدی حق پر یقین کی وجہ سے یہود مسلم تعلقات میں مساوات کو اہمیت نہیں دیتے۔ ان کے پیشرو اسحق رابن کو قومی غدار کے طور پر قتل کر دیا گیا تھا جو بتدریج شدت پسندی سے امن پسند رہنما بن رہے تھے۔

صہیونیوں کے حق میں الہامی روایات کی مغربی تشریحات

لادین اور روشن خیال مغربی تہذیب کے بنیاد پرست پالیسی سازوں کو سامی ادیان میں مسیح موعود کی الہامی روایات کی اصلاح پسند تشریحات سے صہیونی عزائم کی پشتپانی میں حوصلہ افزائی ملتی ہے جن کا دائرہ امام مہدی اور دجال کی آخر الزماں کی علامات تک پھیل گیا ہے۔ قرآن کریم میں اہل کتاب کی وحی میں ملاوٹ کا پردہ چاک کیا گیا اور تحریف کرنے والے مذہبی پیشواؤں کی اندھا دھند بات ماننے کو شرک قرار دیا گیا ہے۔

مارورڈ بونیورسٹی کے امریکی مائٹلی سکالر Richard Friedman کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد اسرائیلیوں نے کئی مواقع پر مختلف ورژن میں از سر نو تورات لکھ کے بد عنوانی کی تھی۔⁽²⁾ تاہم مغربی عوام کو من عند اللہ کہہ کے ابھی بھی دھوکے میں رکھا جا رہا ہے کہ آخری زمانے میں مسلمانوں کے مسیحا، مہدی کی آمد متوقع ہے جو بائبل میں بیان کردہ اینٹی کرائسٹ سے یکسانیت رکھتا ہے۔ وہ یہود و نصاریٰ سے جنگ کرے گا، یروشلم فتح کرے گا اور اس کا حکومتی دورانیہ سات سال ہوگا۔ انہیں حیرانی ہے کہ مسلم معلم مسیح علیہ السلام کو مہدی کی طرح بتاتے ہیں جو مہدی کی اقتداء میں سب کو دائرہ اسلام میں لائے گا۔ بائبل معیار

¹ What's the difference between anti-Semitism and anti-Zionism? BBC News Magazine, 29th April 2016.

² Friedman, Richard, Who Wrote the Bible? New York: Harper and Row, 1989

کے مطابق انہیں ایسا یسوع، جھوٹا نبی دکھائی دیتا ہے جو اینٹی کرائسٹ کے ساتھ ہو کے بہتوں کو شکست دے گا۔⁽¹⁾

مسیحی شارحین ہر بشارت کو اپنے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔ جیسے حجتی نبی نے یہوداہ کے ناظم زربابل سے فرمایا تھا کہ کائناتی شکستگی سے پہلے سلطنتوں کے تحت الٹ دیے جائیں گے، قوموں کی سلطانی کی قوت نابود کر دی جائے گی، سواروں سمیت رتھ الٹ دیے جائیں گے، گھوڑے اپنے شاہسواروں سمیت گر پڑیں گے اور بھائی کی تلوار سے بھائی کا قتل ہو گا۔⁽²⁾ بائبل مفسر اسے مسیحی اولیاء کی یہ متوقع کرامت سمجھتے تھے لیکن پاسٹر رسل اس بشارت کو جرمن، فرانسیسی، انگریزی، روسی یا امریکی فوج میں تلاش کرتے ہیں جو فن حرب سے آراستہ اعلیٰ درجے کی نظم و ضبط والی فوج ہے اور الوہی فضل سے بادشاہت کے کانٹے کو نہ صرف اٹھا پھینکے گی بلکہ اقوام کی شاہانہ جمعیت کا استیصال کر دے گی کیونکہ فصل کی کٹائی میں اب چند ایام ہی رہتے ہیں۔ بائبل شجرہ نسب کی تفسیر میں ان کا مؤقف ہے کہ بنی یافث کو یورپ کے حقیقی آباد کار فرض کیا گیا ہے لیکن ممکن ہے کہ یاجوج ماجوج کے لشکر کے بارے میں ہماری شناخت اتنی مثبت نہ ہو۔³

اصلاح شدہ یافثی پروٹسٹنٹ میں علم آخر الزمان کے بائبل ماہرین ویٹی کن اور یوب کو مذہبی دلائل اور 666 کے ہندسی علم کے چکر میں لا کے اینٹی کرائسٹ کہتے ہیں۔ مذہبی تعصب کی طرح خطے کی رقابت میں ایسا ہی امریکی اور یورپی مفکرین کا ایک دوسرے کے بارے میں کہنا ہے۔ ڈاکٹر سفر الحوالی لکھتے ہیں کہ تثلیث نے مسیحیوں کے عقائد اور عقول کو بہت متاثر کیا ہے۔ وہ من مانی سے بائبل کی تشریح کرتے ہیں جو یوں ہونی چاہئے کہ استعمار کے متعدد سینکڑوں میں سے چھوٹا سینگ اسرائیل ہے جو سرزمین مقدس کو پلید کرنے آیا ہے۔ صہیونیت یہودی اور نصرانی دو چہروں والا درندہ ہے۔ یہودی خاص کر صہیونی دور حاضر میں الحاد اور فساد کے داعی بن کے اٹھے ہیں۔ ان کا یروشلم پر قبضہ بربادی کے منحوس خیمے کی تنصیب ہے۔ اژدھا نما سلطنت روما گویا مغرب ہے جو اپنا اختیار اس درندے کو دے گا اور ان دونوں کا خدائی غضب کے دن خاتمہ کر دیا جائے گا۔

ڈاکٹر سفر الحوالی مختلف مسیحی مکاتب فکر کے تصور آخر الزمان بیان کرتے ہیں۔ آیہ قیام اسرائیل سے پہلے یعنی انیسویں صدی کے ایک مسیحی مفسر Bates کا ایک قول بیان کرتے ہیں کہ مغربی یورپ

¹ - Lavender, Enoch, Rebuilding the temple, 2018, p33

² - حجتی نبی: 22:

³ - Russell, Paster, The Battle of Armageddon, Brooklyn, New Yark, 1897, p162

میں تہذیب، آزادی، روشن خیالی اور ترقی کے انسانی اصولوں کے اشتراک عمل کا نتیجہ منتخب سرزمین میں دابة الارض (Beast) کی حکومت کا قیام ہے جو ظلم، استبداد، الم اور خدا کی گستاخی کا سنگم ہے۔ آپ مذکورہ مسیحی مفسر کی ایک کتاب کا بار بار حوالہ دے کے اس پر علمی بحث کرتے ہیں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق اس بحث کو سمیٹتے ہیں۔⁽¹⁾

ہماری رائے یہ ہے کہ اہل کتاب کے آخری نبی ﷺ کو نہ ماننے کی وجہ سے سابقہ کتب اور ان کی تشریحات اسلامی مصادر کی آخری الہامی روشنی کے بغیر محض متشابہات ہیں۔ جہاں کہیں سابقہ منتخب امت یعنی بنو اسرائیل کے حق میں بشارت ملے وہاں بلا تخصیص اہل ایمان کو رکھ کے دیکھا جائے تو حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ قرآن و حدیث کا مطالعہ بتاتا ہے کہ سرحد کی ایک جانب نفاق، بدامنی اور تخریب کاری کرا کے دوسری طرف چین کی نیند سونے کا حل آسمانی گرفت کی صورت میں سامنے آئے گا۔ تب تک اصحاب کہف کی مانند پہاڑ ایمان بجانے کے مورچے ہیں جن سے مسلمان غفلت کر کے باہم دست بگریباں ہیں۔ اسی طرح سب سے بڑے یعنی دجال کے فتنے سے بچنے کے لیے سورہ کہف کی ابتدائی آیات کی تلاوت کا نبوی حکم ہے۔ جس میں مسلمانوں کو بشارت جبکہ مسیحیوں کو انبیت مسیح، لاعلمی، جاہلانہ ورلڈ آرڈر اور جھوٹ کی وجہ سے خوفناک تشبیہ کی گئی ہے۔

مغربی تہذیب کے علمبرداروں اور صہیونیوں کو قرآنی مہلت سے فائدہ اٹھا کر فساد سے احتراز کرنا چاہیے قبل اس سے کہ باب لُد پر جھوٹا مسیح سچے مسیح کے نیزے کا شکار ہو۔ اہل کتاب شبہے کا شکار ہوئے تھے اب مظلوموں کا مسیحا راج کرتا دیکھ کے یا جوج ماجوج یہود کے ہاتھوں سے مصلوب کرنے کی تاریخ دہرانا چاہیں گے۔ جس معبود نے اصحاب کہف کو چھپائے رکھا ہے وہ قادر ہے کہ اپنے نبی کو آسمان پر لے جانے کی بجائے دوسری بار مشرق وسطیٰ کے پہاڑ پر چھپا دے۔ آسمانوں پر تیر برسانے والے مسیح علیہ السلام کی بددعا سے ہلاک کر دیئے جائیں گے جن کے ہتھیار مال غنیمت کے طور پر ان کے ہاتھ لگیں گے جن پر اس سے پہلے ہمیشہ دوسروں کو ترجیح دی گئی تھی۔ یہ ہتھیار نجات یانے والوں کے لیے ایک طویل عرصے تک ایندھن کا کام دیں گے۔

جی کارٹر سیکولر امریکہ کی مشرق وسطیٰ میں یالیسی پر کچھ مسیحی بنیاد پرستوں اور ان کے نظریات کے بھرپور اثر پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اسے مذہب اور حکومت کا عجیب امتزاج دیکھتے ہیں۔ جنہیں بائبل کی پیشگوئی پوری کرنے کے لیے یقین ہے کہ Rapture (نزول مسیح کا پر مسرت

1- الحوالی، ڈاکٹر سفر بن عبدالرحمن، روز غضب، ترجمہ حامد کمال الدین، مطبوعات ابقاظ، لاہور، سن، ص: 123، 129

لمحہ) کی جلد آمد ان کی شخصی ذمہ داری ہے۔ جن کے ایجنڈے میں مشرق وسطیٰ میں اسلام کے خلاف جنگ کرنا اور یہودیوں کا ساری ارض مقدس کو چھین لینا شامل ہے جہاں سے مسیحیوں سمیت تمام غیر یہودیوں کو نکال دیا جائے گا۔ پھر کافر (Anti-Christ) اس علاقے کو فتح کر لیں گے اور مسیح آخری فتح یائے گا۔ انہیں حیرانی ہے کہ چند اسرائیلی لیڈروں نے یہودیوں کی آخری مصیبت کو نظر انداز کرتے ہوئے اس امداد کو قبول کر لیا ہے۔⁽¹⁾

مغربی و صہیونی تلبیس اسلامی علم آخر الزماں کی تحقیقات کی عصری ضرورت و اہمیت کو بڑھا دیتی ہے۔ اسی لیے شیخ عمران حسین بجا کہتے ہیں کہ صہیونی مسلسل تحریف شدہ متون کے حوالے دیتے ہیں اور حلت و حرمت اپنے ہاتھ میں لے کے سیاسی و معاشی شرک میں مبتلاء ہیں۔ وہ نیل سے فرات کے پانیوں تک اسرائیل بنانے کے لیے یہودیوں کے جذبات ابھارتے ہیں جس کا دارالحکومت یروشلم ہو۔ شر لاک ہو مز اور جیمز بانڈ کے جھوٹے کردار دکھانے والی مغربی تہذیب کی اولیں عالمی سپر پاور برطانیہ نے لارنس آف عربیہ سے دجالی جسامہ⁽²⁾ کا کام لیا جس سے عرب دھوکہ کھا گئے۔ قادیانی تنبیت اور تحریک نسواں اسی تہذیب کے دوسرے جھانسنے ہیں۔

اس تہذیب کی دوسری عالمی سپر پاور، امریکہ صہیونی استیصال میں شریک ہے جس سے تمام عربوں کی آزمائش بڑھ گئی ہے۔ اسرائیل گلیلی کا پانی فطری آمد سے زیادہ خرچ کر کے ختم کرنا چاہتا ہے تاکہ خطے کو اپنے پلانٹوں سے صاف کر دہ پانی کا محتاج بنائے اور یوں عرب اسے اور اس کے معبود دجال کو مان لیں۔ صلیبی جنگجوؤں کی طرح مادہ پرست یہودیوں کو ارض مقدس سے کیا لگاؤ ہے؟ مستقبل میں امریکہ کی کاغذی کرنسی کو ناکام کر کے وہ خود یروشلم سے دنیا پر حکومت کریں گے۔ اپنی دینی بد عنوانی اور قلبی اندھا پن کی وہ الوہی وعید کے مطابق سزا

¹ - کارٹر، جی، امریکہ کا اخلاقی بحران، 2006ء، ترجمہ محمد احسن بٹ، لاہور، دارالشعور، 2006ء، ص 112

² - حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت ہے کہ حضرت تمیم داری اور ان کے ہمراہ کاب کشتی سواروں کو بحکم الہی طویل سمندری طوفان کے ذریعے ایک ماہ کی مسافت سے ایک جزیرے کے ساحل پر پہنچا دیا گیا جہاں دیو بیکل دجال مقید تھا۔ انہیں ساحل پر دجال کی جسامہ سے سابقہ پڑا جس کے جسم پر بال تھے اور اس کے آگے پیچھے کی اور صنفی شناخت بہت مشکل تھی۔ عند الملاقات دجال نے نبی اکرم ﷺ پر عربوں کے ایمان لانے کو ان کے حق میں بہتر بتایا اور دیگر علامات کے علاوہ بحیرہ طبریہ کی خشکی کو اپنے خروج کی علامت بتایا۔ (صحیح مسلم، ترجمان السنۃ، 4: 114)

پائیں گے اور اپنے دجالی معبد سمیت زمیں بوس ہو جائیں گئے۔⁽¹⁾

تہذیبی تصادم کے خدشات کا سدباب

سیموئیل بی ہنڈنگٹن دنیا کی بڑی تہذیبوں کے درمیان عالمی جنگ کا اندیشہ رکھتے ہیں جو ان کے مابین تقسیمی خط کی جنگ سے شروع ہو سکتی ہے۔ انہیں خدشہ تھا کہ ایک طرف مسلم ہوں گے اور دوسری طرف غیر مسلم کیونکہ مسلمانوں کی مرکزی ریاستیں اپنے ہم مذہبوں کو مدد فراہم کریں گی۔⁽²⁾ مغربی دانشور کو مظلوموں کی عالمی حمایت کی بات کرنا جیسے تھی تاکہ صف بندی کا موقع نہ آئے۔ انہوں نے امت مسلمہ کی طاقتوں کے لیے مرکزی ریاستوں کی اصطلاح بیان کی ہے جو جنگ ہائے عظیم میں اتحادیوں کا مقابلے پر شکست کھانے والوں کے لیے کہی جاتی ہے۔ اس طرح کی تقسیمی خطوط کی مہربانی نوآبادیاتی نظام نے جاتے جاتے مغربی تصور ملت کے تحت کی تھی جسے اسرائیلی مفادات کے مطابق پھر سے سدھارنے میں امریکہ مگن ہے جب کہ خود مغرب تقسیمی خطوط مٹا کے متحدہ یورپ بنا رہا ہے۔

یہود مسلم تعلقات کی کشیدگی سے مشرق وسطیٰ آتش فشاں کا دہانہ دکھائی دیتا ہے جس سے لاوہ پھٹ پڑنے سے پہلے بچاؤ کی تدابیر کی ضرورت ہے کیونکہ یہ ایک چنگاری بھڑک کر پورے کرہ ارض کو اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دور بیٹھ کر الاؤ کی تپش لینے والے امن عالم کے ٹھیکیدار بانسری بجانے والے نیرومن جائیں یا ہنوز دلی دور است کہتے مدہوش ہی نہ رہ جائیں اور صہیونی، بھارتی، سری لیاہرمی آگ سب کچھ جلا کر رکھ کر دے۔

اسرائیل کی دیدہ دلیری عراق و شام کے ایٹمی پروگراموں کی تباہی ہے۔ اسرائیلی نیوکلیائی صلاحیت کے رد عمل میں شمالی کوریا کے تعاون سے شام خفیہ تحقیقی ری ایکٹر پر کام کر رہا تھا کہ ستمبر 2007ء میں اسرائیلی ہوائی شب خون کام دکھا گیا۔ کئی عرب ریاستیں سائنسی اور صنعتی ڈھانچے اور ماہرین کے انسانی سرمایہ کی عدم موجودگی کے باوجود بطور کریش پروگرام نیوکلیئر پروگرام کا قیام چاہتی ہیں۔³ اسرائیل کے اپنے ہمسایوں سے تعلقات کی نوعیت شروع سے بہت حساس ہے۔ گولان شام کے پاس تھا جبکہ مغربی کنارہ اردن کے۔ اسی طرح غزہ کی پٹی اور صحرائے سینا کا کنٹرول مصر سنبھالے ہوئے تھا کہ 5 جون 1967ء کو اسرائیل نے حملہ کر دیا۔ اس نے عرب

¹-Hosein, Imran N. Jerusalem in the Qur'an, Masjid Dar al Qur'an, Long Island, New York, 2003 P142

²- ہنڈنگٹن، سیموئیل بی، تہذیبوں کا تصادم، ترجمہ محمد احسن بٹ، لاہور، مثال پبلشنگ، 2003ء، ص 368

³- Riedel, Bruce & Gary, Samore, Managing Nuclear Proliferation in the Middle East, Brookings institute, 2005, p96

فوجوں کو پیچھے دونوں میں کھوکھلا کر دیا اور دو بلین ڈالر کے مصری عسکری ساز و سامان کو تباہ کر دیا۔⁽¹⁾ امریکی اشیر باد سے اسرائیل ہر گزرتے دن کے ساتھ مضبوط تر ہو رہا ہے اور اس کے ہمسائے کمزور۔ نیز مشرق وسطیٰ عالمی طاقتوں کی پر کسی جنگ کا اکھاڑا بنا ہوا ہے۔ پہلے بھی 1956ء کی سویز جنگ میں فرانس اور برطانیہ کی عالمی طاقتیں اپنے نو آبادیاتی دور کے جیلے آرے مفادات کے تحفظ میں اسرائیل کے شانہ بشانہ تھیں۔ کیرن آر مسٹر انگ عالمی طاقتوں کی حکمت عملی کے یہود مسلم تعلقات پر اثرات کے بارے میں لکھتی ہیں:

”اسرائیل مشرق وسطیٰ میں امریکہ کی کلائنٹ ریاست نہیں رہا بلکہ وہ وہاں امریکی پالیسی کا تعین کرنے لگا۔ اس سپر پاور کی پشت پناہی سے اسرائیل عرب حملے سے محفوظ ہو گیا۔ امریکہ نے اسے فوجی اعتبار سے تمام عرب ریاستوں سے زیادہ طاقتور بنانے کا عہد کیا۔ برطانیہ اور فرانس کا اثر ختم ہو جانے کے بعد مشرق وسطیٰ میں ان کی جگہ امریکہ نے لے لی تھی۔“⁽²⁾

تہذیبی تصادم کے عالمی منظر نامے میں بین الا دیان منفی رجحانات میں کمی کی کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ تصادم کی ہنگامی حالت سے بچنے کے لیے اور تعلقات میں عادلانہ پیشرفت و بہتری کے لیے نبی کریم ﷺ نے وحدانیت کی مشترکات پر توجہ مرکوز رکھنے کا الوہی پیغام دیا ہے کہ اے اہل کتاب تم اس بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو رب نہیں بنائے گا۔⁽³⁾

¹- Oren, Michael B. Six Days of War: June 1967 and the making of the Modern Middle East, New York: Oxford University Press, 2002, p 305

²- آر مسٹر انگ، کیرن، مقدس جنگ، ترجمہ محمد احسن بٹ، لاہور، نگارشات پبلشرز، 2006ء، ص 149

³- آل عمران 3: 64